© rasailojaraid.com

اہل السنّت والجماعۃ کون؟ (۳)

حافظ نذیر احمد ہاشمی

اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مابین اختلافی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ''ایمان میں کمی بیشی'' کا ہے۔

ایمان کے لغوی معنی

ایمان کا لفظ ء م ن سے مشتق ہے اور امن خوف کی ضد ہے' یعنی اطمینان اور طمانیت۔ ''والامن نقیض الخوف''[۶۵] جب یہ باب افعال سے آتا ہے تو متعدی ہو جاتا ہے اور اس کے معنی ازالۂ خوف کے ہو جاتے ہیں۔ ''فامّا آمنتہٗ فھو ضد اخفتہٗ''[۶۶]۔ پھر کبھی وہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے' مثلاً کہا جاتا ہے آمنتہٗ ''میں نے اس سے خوف زائل کر کے اس کو مطمئن کر دیا''۔ اور کبھی متعدی بہ دو مفعول ہوتا ہے مثلاً آمنتہٗ غیری ''میں نے اس کو اپنے غیر سے بے خوف اور مطمئن کر دیا''۔ پھر جب یہ بابِ افعال سے استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ازالۂ خوف ہوتا ہے اور متعدی بہ دو مفعول ہوتا ہے۔ اس صورت میں پہلے مفعول کی طرف بنفسہٖ اور دوسرے مفعول کی طرف بواسطہ حرفِ جر ''مِن'' متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ ایلاف کی آیت کریمہ ہے ﴿وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴﴾ دوسرا مفعول ''خوف'' بواسطہ ''مِن'' مذکور ہے۔

کبھی لفظ ''ایمان'' ''باء'' کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اس وقت اس کے معنی تصدیق کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ صاحب لسان العرب رقم طراز ہیں:

آمن بہٖ' ای صدق ...... والایمان :التصدیق[۶۷]

اور ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:۱۵)

پھر وہ ''باء'' کبھی تو ذوات پر داخل ہوتی ہے مثلاً آمَنْتُ بِاللّٰہِ اور کبھی احکام پر۔ مثلاً:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ﴾ (البقرۃ:۲۸۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ''ایمان'' بمعنی ازالۂ خوف ہوتا ہے جب وہ متعدی بنفسہٖ ہو اور بمعنی تصدیق ہوتا ہے جب وہ متعدی بالباء ہو۔

زمخشری نے لکھا ہے کہ ایمان بمعنی تصدیق متعدی بالباء کی صورت میں اس لیے آتا ہے کہ اس وقت وہ متضمن معنی اعتراف واقرار ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و اما تعدیته بالباء فلتضمینه معنی اَقَرَّ و اعترف(68)

''ایمان'' کو باء کے ذریعے متعدی اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ متضمن معنی اقرار واعتراف ہوتا ہے (اور اقرار واعتراف کا صلہ باء آتا ہے)۔''

یہ دونوں معنی ازالۂ خوف اور تصدیق ایمان کے حقیقی معنی ہیں' لفظ ایمان ان دونوں میں مشترک ہے۔ جب متعدی بنفسہٖ ہو تو پہلے معنی اور متعدی بالباء کی صورت میں دوسرے معنی (تصدیق) مراد لیے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کے برعکس یہ قول بھی ملتا ہے کہ ایمان کے حقیقی معنی ازالہ خوف ہی کے ہیں' لیکن تصدیق میں تکذیب سے امن دینا اور خوف کو زائل کرنا ہوتا ہے۔ اس تعلق سے ایمان کے معنی مجازاً تصدیق کے بھی ہوتے ہیں' جیسا کہ صاحبِ کشاف نے لکھا ہے:

الایمان افعال من الأمن ثم یقال آمنه اذا صدقه وحقیقته آمنه من التکذیب والمخالفة(69)

''ایمان امن سے باب افعال کا مصدر ہے۔ ''آمنہ'' کا معنی ''صدقہ'' ہے۔ اس نے اس کی تصدیق کی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ تکذیب اور مخالفت سے اس کو مامون کر دیا۔

اس کا ایک تیسرا استعمال بھی ہے اور وہ یہ کہ اس کے صلہ میں لام لایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ﴿۱۱۱﴾﴾ (الشعراء)

''کیا ہم تمہاری بات مانیں گے جبکہ آپ کے پیروکار رذیل ترین لوگ ہیں۔''

﴿وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ﴿۱۷﴾﴾ (یوسف)

''اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں۔''

﴿اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴿۴۷﴾﴾ (المؤمنون)

''کیا ہم دو ایسے آدمیوں کی بات ماننے والے بن جائیں جو ہماری طرح ہیں اور ان کی قوم ہماری غلام ہے۔''

اس استعمال کے بارے میں علامہ آلوسی نے لکھا ہے:

ویتعدی باللام کما فی قوله تعالی......﴿اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾...... باعتبار تضمینه معنی الاذعان(70)

''ایمان کا صلہ جب لام آتا ہے یا بالفاظِ دیگر جب ایمان متعدی باللام ہوتا ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ ﴿اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ میں ہے تو اس وقت معنی انقیاد (فرمانبرداری) کو متضمن ہوتا ہے۔''

حاصل یہ کہ ایمان کا استعمال تین طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے خواہ ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفعول کی طرف ہو یا دو کی طرف ۔ پھر دوسرا مفعول چاہے بلاواسطہ حرف جر ہو یا بواسطہ حرف جر ہو‘ اس صورت میں اس کا معنی ازالہ خوف ہوتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایمان بمعنی ’’تصدیق‘‘ ہو اور ’’باء‘‘ کے صلہ کے ساتھ آئے۔

تیسری صورت یہ کہ ایمان بمعنی انقیاد ہو اور لام کے صلہ کے ساتھ آئے۔ ایمان کا لفظ جب متعدی بالباء ہوتا ہے (جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے) تو اس کا معنی تصدیق ہوتا ہے‘ اور اس تصدیق کا مفہوم بقول جرجانی اور محمد اعلاء تھانوی درج ذیل ہے:

’’تصدیق فعل قلبی کا نام ہے جو قلبی قوتِ ایمانی سے سرزد ہوتا ہے‘ اور یہ اختیاری فعل ہے جس کا کرنا یا نہ کرنا فاعل کے بس میں ہوتا ہے‘‘۔(۷۱)

مختصر یہ کہ کسی خبر یا خبر دینے والے کو اپنے اختیار سے صادق قرار دینا تصدیق لغوی ہے۔ جبکہ تصدیق منطقی کا معنی علم ادراك الماهية مع الحكم عليها بالنفي والاثبات(۷۲) ہے۔ (ماہیت کے ادراک کا علم اور اس پر نفی یا اثبات کا حکم لگانا) بالفاظ دیگر تصدیق منطقی کا معنی نسبتِ تامہ کا علم اور ادراک ہے۔ اور اس نسبتِ تامہ کا علم کبھی بغیر اختیار کے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ تمام تر بدیہیات میں نسبتِ تامہ کے علم و ادراک میں اختیار کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ نیز تصدیق منطقی تکذیب و انکار کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے‘ تصدیق لغوی نہیں۔

لیکن علامہ آلوسی نے تصدیق لغوی اور منطقی کے درمیان فرق کا انکار کرتے ہوئے دونوں کو ایک ہی گردانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

وان التصديق المنطقى بعينه التصديق اللغوى ولذا فسره رئيسهم فى الكتب الفارسية (بگرويدن) وفى العربية بما يخالف التكذيب والانكار وهذا بعينه المعنى اللغوى ويؤيد ما اورده السيد السند فى حاشية شرح التلخيص ان المنطقى انما يبين ما هو فى العرف واللغة(۷۳)

’’تصدیق منطقی بعینہٖ تصدیق لغوی ہے‘ اسی لیے رئیس المناطقہ نے فارسی زبان میں لکھی ہوئی اپنی کتابوں میں اس کا معنی گرویدن کیا ہے اور عربی میں لکھی ہوئی اپنی کتابوں میں تصدیق کا معنی ما یخالف التکذیب والانکار کیا ہے اور بعینہٖ یہی مفہوم تصدیق لغوی کا ہے۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو سید السند نے شرح التلخیص کے حاشیے میں لکھا ہے کہ منطقی عرف و لغت ہی کو بیان کرتا ہے۔‘‘

ایمان کا شرعی معنی

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اما فی الشرع فھو التصدیق بما علم مجیئ النبی ﷺ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلا و اجمالاً فیما علم اجمالاً وھذا مذھب جمھور المحققین(۷۴)

''جمہور محققین کے نزدیک ایمان کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جن چیزوں کا ثبوت قطعی طور پر ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا ایمان کہلاتا ہے۔ پھر جن چیزوں کا ثبوت تفصیلی ہے تو اس کی تصدیق تفصیلی طور پر اور جن کا ثبوت اجمالی ہے تو تصدیق بھی اجمالی طور پر کرنا ضروری ہے۔''

مذکورہ بالا تعریف میں ''ضرورۃً'' سے مراد یقیناً ہے۔ یعنی جو چیز قطعی طور پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اس کی تصدیق کو ایمان اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا جائے گا۔(۷۵)

امام رازی نے ایمان اور کفر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان کل ما ینقل عن محمد ﷺ انہ ذھب الیہ وقام بہ فاما ان یعرف صحۃ ذٰلک النقل بالضرورۃ او بالاستدلال او بخبر الواحد۔ اما القسم الاول: وھو الذی عرف بالضرورۃ مجیئ الرسول علیہ السلام بہ فمن صدقہ فی کل ذٰلک فھو مؤمن' ومن لم یصدقہ فی ذالک' فاما بان لا یصدقہ فی جمیعھا او بأن لا یصدقہ فی البعض فذٰلک ھو الکافر' فَاِذَنْ الکفر عدم تصدیق الرسول فی شیء مما علم بالضرورۃ مجیئہ بہ ومثالہ من انکر وجود الصانع او کونہ عالمًا قادرًا مختارًا أو کونہ واحدًا......(۷۶)

''رسول اللہ ﷺ سے دین کے سلسلے میں جو کچھ ہم تک منقول ہوا ہے اس نقل کی صحت کا علم یا تو یقینی ہوگا یا استدلال کے ذریعے ہوگا یا خبر واحد کے ذریعے ہوگا۔ پہلی قسم (جن کا علم قطعی اور یقینی ہے) ان تمام کی تصدیق کرنے والا مؤمن ہے۔ بصورتِ دیگر اگر کوئی تمام یقینیات کی تصدیق نہیں کرتا یا ان میں سے بعض کی تصدیق نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔ لہٰذا کفر کی تعریف یہ ہے کہ جو چیزیں آپ ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہیں ان میں کسی ایک کی تصدیق نہ کرنا کفر کہلاتا ہے' مثلاً کوئی وجود صانع کا انکار کردے یا اس کے عالم' قادر' مختار اور واحد ہونے کا انکار کردے......وغیرہ''

امام غزالی نے ایمان اور کفر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

الایمان تصدیق النبی ﷺ بجمیع ما جاء بہ

یعنی ''ایمان کے لیے تمام ان چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں۔''

اور کفر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

والکفر تکذیب النبی ﷺ فی شیءٍ مما جاء بہ

یعنی ''رسول اللہ ﷺ سے قطعی طور پر ثابت شدہ اشیاء میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔''

امام غزالی کی مذکورہ تعریفات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کے لیے **جمیع ما جاء بہ الرسول**

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ﷺ کی تصدیق لازمی ہے اور کفر کے لیے **جمیع ما جاء به النبی** ﷺ میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔ باقی رہا یہ کہ اگر کوئی آدمی نہ **تصدیق جمیع ما جاء به النبی** ﷺ اور نہ **تکذیب شیءٍ مِمَّا جاء به النبی** ﷺ کرتا ہے بلکہ **لا اصدق ولا اکذب** کہے تو اس کی حیثیت کیا ہوگی۔ کیونکہ امام غزالی کی مذکورہ بالا ایمان وکفر کی تعریف سے ایسے آدمی کا حکم معلوم نہیں ہوتا جبکہ بالاتفاق ایسا شخص کافر ہے۔ اس اعتراض سے بچنے کی خاطر امام رازی نے کفر کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے:

الکفر عدم تصدیق الرسول صلی الله علیه وسلم فی شیءٍ مما علم بالضرورة مجیئه به ومثاله من انکر وجود الصانع أو کونه عالمًا قادرًا مختارًا أو کونه واحدًا أو کونه منزها عن النقائص والآفات......(۷۷)

''کفر کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں رسول اللہ ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک کی تصدیق نہ کرنا' مثلاً کوئی وجودِ صانع کا انکار کر دے یا اس کے عالم' قادر' مختار ہونے کا یا اس کی وحدانیت کا یا نقائص وآفات سے اس کے منزہ ہونے کا۔''

پھر رسالت مآب ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت شدہ امور کی تصدیق میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کی بنیاد آپ ﷺ پر اعتماد ہو نہ کہ عقل کی کسوٹی۔ چنانچہ متذکرہ بالا امور کی تصدیق کی بنیاد اگر عقل ہو تو وہ تصدیق ایمان نہیں' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء)

''پس (اے پیغمبر) تمہارے رب کی قسم' یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں یہ تمہیں حکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اُس سے اپنے دلوں میں ذرا بھی تنگی نہ پائیں اور (دل و جان سے اُس کو) تسلیم نہ کرلیں۔''

بالفاظِ دیگر ایمان کی تعریف میں مذکورہ لفظ ''تصدیق'' سے مراد تصدیق اختیاری ہے نہ کہ وہ تصدیق جس کی بنیاد عقل کی کسوٹی ہو۔ لیکن اگر تصدیق اختیاری ہی کا نام ایمان ہے تو پھر ابوطالب اور ہرقل کو بھی مؤمن ماننا پڑے گا' کیونکہ ابوطالب کے متعدد اشعار جو ابن ہشام نے سیرتِ ابن ہشام میں اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیے ہیں' اسی طرح ہرقل کے الفاظ جو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں نقل کیے ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو تصدیق اختیاری حاصل تھی۔ چنانچہ ابن اسحاق نے ابوطالب کے طویل قصیدہ لامیہ کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

۱) **کذبتم وبیت الله نبذی محمدًا ۔ ولما نطاعن دونه ونناضل**

''کعبہ کی قسم' تم دروغ گو ہو کہ محمد ہم سے چھین لیے جائیں گے اور ہم نے ابھی تک ان کی حفاظت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے نہ برچھے چلائے نہ تیر مارے۔''

۲) ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن ابنائنا والحلائل

''اور ان کو ہم تمہارے سپرد نہ کریں گے تاوقتیکہ ہم ان کے گرد وپیش کٹ جائیں اور اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو جائیں۔''

۳) وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل

''اور وہ سفید فام ہے' اس کے رُخِ انور کی بدولت ابر رحمت طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا فریاد رس اور بیواؤں کا سہارا اور سرپرست ہے۔''

۴) يلوذ به الهلاف من آل هاشم فهم عنده فى رحمة وفواضل

''آل ہاشم کے خستہ حال لوگ اس کی آڑ اور پناہ لیتے ہیں' وہ اس کے ہاں رحمت ونوازش اور فضل و کرم میں ہیں۔''

۵) فمن مثله فى الناس اى مؤمل اذا قاسه الحكام عند التفاضل

''لوگوں میں آنحضور ﷺ کے مثل کون ہے؟ جب حکام ایک دوسرے کی برتری ثابت کرنے کے وقت موازنہ کریں تو کس کی امید کی جاسکتی ہے۔''

۶) حليم رشيد عادل غير طائش يوالى اِلٰها ليس عنه بغافل

''بردبار' اعلیٰ مدبر' منصف مزاج' دانا و بینا' اللہ سے محبت رکھتا ہے' وہ اس سے غافل نہیں۔''

۷) كريم المساعى ماجد وابن ماجد له ارث مجد ثابت غير فاصل

''اعلیٰ سعی و کاوش اور شریف و شریف کی اولاد ان کی بزرگی کی وراثت بغیر نزاع کے ثابت ہے۔''

۸) وايّده رب العباد بنصره واظهر دينا حقه غير زائل

''پروردگارِ عالم نے ان کی تائید اپنی مدد سے کی ہے اور اس نے ایسے دین کا اعلان کیا ہے جس کی حقانیت لازوال ہے۔''

۹) لقد علموا ان ابننا لا مكذب لدينا ولا يعنى بقول الأباطل

''سب جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ارجمند ہمارے نزدیک جھوٹا نہیں اور نہ ہی باطل گفتگو اس کا مقصد ہے۔''

۱۰) فاصبح فينا احمد فى أرومة تقصر عنه سورة المتطاول

''ہمارے خاندان میں احمد ایسے مقام پر فائز ہیں کہ دست درازی کرنے والے کے حملہ سے وہ محفوظ ہیں۔''

۱۱) حدبْتُ بنفسى دونه وحميته ودافعت عنه بالذرا والكلاكل

''میں نے ان کے ورے اپنی جان قربان کر دی ہے اور ان کی حمایت کر کے ان کا دفاع ہر ممکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طریقے سے کیا ہے۔‘‘(۷۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ’’الاصابہ فی تمییز الصحابة ‘‘میں ابوطالب کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

ودعوتَنی وعلمتُ انک صادق ولقد صدقتَ فکنتَ قبل امینا

ولقد علمتُ بانّ دین محمد من خیر ادیان البریة دینا (۷۹)

’’آپ نے مجھے (توحید کی) دعوت دی ہے اور مجھے آپ کے سچا ہونے کا یقین ہے‘ اور آپ نے سچ کہا ہے اس سے پہلے بھی آپ امین تھے‘ اور مجھے یقین ہے کہ محمد کا دین تمام ادیان سے بہترین ہے۔‘‘

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر ’’الجامع لاحکام القرآن‘‘ میں سورۃ الانعام آیت ۲۶ ﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابوطالب کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

۱) واللہ لن یصلوا الیک بجمعهم حتی أُوَسَّدَ فی التراب دفینا

’’بخدا وہ لوگ (میری زندگی میں) گروپ بندی کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ میں زمین میں دفن ہو جاؤں۔‘‘

۲) فاصدع بامرک ما علیک غضاضة وابشر بذاک وقر منک عیونا

’’اپنا کام جاری رکھیے آپ پر کوئی ملامت نہیں‘ بلاکم وکاست خوش رہو اور اس کے باعث آپ کی آنکھیں خنک اور ٹھنڈی ہوں۔‘‘

۳) دعوتَنی وزعمتُ انک ناصحی فلقد صدقتَ وکنتَ قبل امینا

’’آپ نے مجھے (توحید کی) دعوت دی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں‘ آپ نے واقعی سچ کہا ہے اور آپ پہلے سے امین ہیں۔‘‘

۴) وعرضتَ دینا قد عرفتُ بانه من خیر ادیان البریة دینا (۸۰)

’’اور آپ نے دین اسلام پیش کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کائنات کے تمام ادیان سے بہترین دین ہے۔‘‘

حافظ ابن حجر نے بھی مذکورہ بالا اشعار میں سے صرف پہلا شعر نقل کیا ہے۔(۸۱)

اسی طرح ہرقل نے ابوسفیان سے سوال و جواب کے ذریعے تصدیق حاصل کر لی تھی جس کی بنیاد پر اس کو تصدیق اختیاری حاصل ہو گئی تھی‘ جیسا کہ اس کے اقوال ’’فکذٰلک الرسل تبعث فی نسب قومها‘‘ اور ’’لو کان احد قال هذا القول قبله لقلت: رجل یتأسی بقولٍ قیل قبله‘‘ اور ’’فلو کان من آبائه من ملک قلت :رجل یطلب ملک أبیه‘‘ اور ’’فقد اعرف انه لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی الله‘‘ اور ’’ ان ضعفاء هم اتبعوه وهم اتباع الرسل‘‘ اور’’ وکذٰلک الایمان حین تخالط بشاشة القلوب‘‘ اور’’ فان کان حقا ما یقول فسیملک موضع قدمی هاتین‘‘ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''**فلو انی اعلم انی اخلص الیه لتجشمت لقاء ہ**''اور'' **ولو کنتُ عنده لغسلتُ عن قدمیه**'' اور'' **وقد کنتُ أعلم انه خارج لم أکن أظن انه منکم**''اور'' **یامعشر الروم هل لکم فی الفلاح والرشد وان یثبت ملککم فتبایعوا هذا النبی**''(۸۲)

ابوطالب کے مذکورہ بالا اشعار اور ابوسفیان کے ساتھ ہرقل کی مندرجہ بالا گفتگو سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو تصدیق اختیاری حاصل تھی جو ایمان کے لیے ضروری ہے' لیکن بایں ہمہ ان دونوں کو مؤمن تسلیم نہیں کیا گیا؟ کیوں' اس لیے کہ بقول ابن الہمام ایمان کے لیے تصدیق قلبی اختیاری کے ساتھ استسلام باطنی اور انقیاد قلبی بھی ضروری ہے اور وہ ان دونوں کو حاصل نہیں تھا' جبکہ بقول ابن تیمیہؒ تصدیق کے ساتھ التزامِ طاعت ضروری ہے اور ان دونوں نے تصدیق کے ساتھ طاعت کا التزام نہیں کیا تھا۔ التزامِ طاعت و شریعت' استسلام باطنی اور انقیاد قلبی کی عدم موجودگی کی بنا پر ان دونوں کو مؤمن نہیں کہا گیا۔(۸۳)

ہرقل کے بارے میں تو مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں اس کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ جب اس نے اپنے اہل دربار کی اسلام سے نفرت دیکھی تو کہا:

انی قلتُ مقالة آنفاً اختبر بها شِدَّتکم علی ایمانکم فقد رأیتُ

''یعنی میں نے یہ باتیں اس لیے کہیں کہ میں دین (نصرانیت) میں تمہاری شدت کا امتحان لینا چاہتا تھا اور وہ میں نے لے لیا۔''

ہرقل کے مندرجہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ التزامِ طاعت کے لیے تیار نہیں تھا۔

علامہ نوویؒ نے صحیح مسلم کی حدیث میں ہرقل کے الفاظ ''**ولو اعلم انی اخلص الیه**'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

هکذا فی صحیح مسلم ووقع فی البخاری لتجشمت لقاء ہ ...... ومعناه لتکلفت الوصول الیه وارتکبت المشقة فی ذٰلك ولکن أخاف ان اقتطع دونه' ولا عذر له فی هذا لانه قد عرف صدق النبی ﷺ وانما شح فی الملك ورغب فی الریاسة فآثرها علی الاسلام(۸۴)

''صحیح مسلم میں ہرقل کے الفاظ ''ولو اعلم انی اخلص الیه'' کی جگہ صحیح بخاری میں اس کے الفاظ ''لتجشمت لقاء ہ ......'' منقول ہیں جن کا معنی ہے میں ان تک پہنچنے کے لیے کلفت و مشقت برداشت کرتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان تک پہنچنے سے پہلے ہی ماردیا جاؤں گا۔ (بقول امام نووی) اس کا یہ عذر تسلیم نہیں کیونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت معلوم ہو گئی تھی لیکن اپنی حکومت و ریاست کی حرص اور رغبت کی بنا پر اس نے ایمان پر حکومت و ریاست کو ترجیح دی''۔ (اس لیے اس کو مؤمن نہیں کہا جاسکتا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی تائید مسند بزار کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اس کے یہ الفاظ منقول ہیں:

اهلغ صاحبك انی اعلم انه نبی ولکن لا اترك ملکی (۸۵)

''اپنے دوست کو یہ پیغام پہنچا دو کہ مجھے ان کے نبی ہونے کا یقین ہے لیکن میں اپنی بادشاہت نہیں چھوڑ سکتا۔''

اور ابو طالب نے بھی نار کو عار پر ترجیح دیتے ہوئے کہا تھا:

لو لا الملامة او حذاری سبّة لوجدتَنی سمحاً بذاك مبيناً (۸۶)

''اگر مجھے ملامت کا خوف یا گالی کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے اس دین کو بڑی فراخدلی کے ساتھ قبول کرنے والا پاتے''۔

اور ابن اسحاق نے ابو طالب کے طویل قصیدہ لامیہ میں ان کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

فو الله لو لا ان اجئ بسبّة تجرّ علی أشياخنا فی المحافل

لكنا تبعناه علٰی کل ضالة من الدهر جدًّا غير قول التهاذل (۸۷)

''واللہ! اگر مجھے عار وعیب کا اندیشہ نہ ہوتا جس کا مجالس میں ہمارے مشائخ کو طعنہ دیا جاتا ہے تو ہم ہر حالت میں' مذاق اور مزاح کے علاوہ' سنجیدگی سے ان کی پیروی کرتے۔''

اور صحیح مسلم میں ابو طالب کا یہ قول بھی منقول ہے:

لولا ان تعيرنی قريش' يقولون: انما حمله علی ذٰلك الجزع' لَاَقررتُ بها عينك (۸۸)

''اگر مجھے قریش کے اس عار دلانے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ ''اُس نے موت کے ڈر سے یہ کہا ہے'' تو یہ کلمہ کہہ کر میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر دیتا (لیکن میں یہ طعنہ برداشت نہیں کر سکتا اس لیے ایمان قبول نہیں کر سکتا)''۔

ابو طالب کے مندرجہ بالا اشعار سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اس کو اگرچہ تصدیق حاصل تھی لیکن اس میں استسلامِ باطنی اور انقیادِ قلبی موجود نہیں تھا' لہٰذا مؤمن ہونے کا اطلاق اس پر نہیں کیا جا سکتا۔ حاصل یہ کہ تصدیق کے ساتھ ساتھ استسلامِ باطنی اور انقیادِ قلبی جس میں موجود ہو وہ مؤمن ہے چاہے خوف کی وجہ سے وہ اپنے ایمان کو چھپائے' تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید کا بیان ہے: ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ﴾ (المؤمن:۲۸) نیز نجاشی کو بھی تصدیق قلبی اور استسلامِ قلبی کی بنیاد پر ہی مؤمن کہا گیا اگرچہ اس نے ایمان کو چھپائے رکھا۔ اور اس کے مؤمن ہونے کی سب سے بڑی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ان کی نماز جنازہ پڑھنا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

التزامِ طاعت اور استسلام وانقیاد باطنی
رکنِ ایمان ہے یا شرطِ ایمان ہے؟

دونوں قول موجود ہیں۔ رکن ماننے کی صورت میں یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ابتداءً تحققِ ایمان کے لیے تو یہ التزام ضروری ہے' اس کے بغیر تحققِ ایمان نہیں ہوگا' بعد میں اگر کوئی معصیت صادر ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے سلبِ ایمان نہیں ہوگا۔ اس کی مثال مجرم کی ہے کہ اس جرم پر وہ سزا کا مستحق بھی ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے۔ اور تصدیق کے ساتھ التزامِ طاعت نہ کرنے والے کی مثال باغی کی ہے کہ وہ امام وقت کی حکومت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا' لہٰذا اس کا ایمان ہی متحقق نہ ہوگا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے فضل الباری شرح صحیح بخاری جلد اول کا مطالعہ نہایت ہی مفید رہے گا۔

حقیقتِ ایمان کے بارے میں مذاہب

حقیقتِ ایمان کے بارے میں جس طرح اہل حق میں اختلاف ہے اسی طرح فرقِ باطلہ اور ضالہ میں بھی اختلاف ہے' جیسا کہ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

جہمیہ اور ایمان

یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کے نزدیک ایمان صرف معرفت قلبی کا نام ہے خواہ وہ معرفت اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ امام رازی نے ایمان کے بارے میں مختلف فرقوں کے مسالک بیان کرتے ہوئے اس فرقے کے ایمان کے بارے میں خیالات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

الفرقة الثالثة :قالوا :الایمان عبارة عن عمل القلب فقط وھؤلاء قد اختلفوا علی قولین احدھما: ان الایمان عبارة عن معرفة اللہ بالقلب حتی ان من عرف اللہ بقلبه ثم جحد بلسانه ومات قبل ان یقربه فھو مؤمن کامل الایمان وھو قول جھم بن صفوان۔ اما معرفة الکتب والرسل والیوم الآخر فقد زعم انھا غیر داخلة فی حد الایمان وحکی الکعبی عنه ان الایمان معرفة اللہ مع معرفة کل ما علم بالضرورة کونه من دین محمدﷺ۔ ثانیھما: ان الایمان مجرد التصدیق بالقلب وھو قول الحسین بن الفضل البجلی(۸۹)

''ایمان کی تعریف کے بارے میں تیسرے فرقے کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کا معاملہ ہے۔ اس فرقے کا پھر آپس میں اختلاف ہے۔ ایک قول تو جہم بن صفوان کا ہے اور وہ یہ کہ ایمان اللہ عزوجل کی معرفت قلبی کا نام ہے' اگر کسی کو اللہ کی معرفت قلبی حاصل ہے اور زبان سے انکار کرے اور اقرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پہلے مر جائے تو وہ مؤمن کامل ہو گا۔ اللہ کے علاوہ کتب سماویہ‘ سابقہ انبیاء و رسل اور روزِ آخرت کی معرفت جہم بن صفوان کے نزدیک ایمان کی حد میں داخل نہیں۔ لیکن کعبی نے اس سے نقل کیا ہے کہ ایمان کی تعریف میں اللہ کی معرفت کے ساتھ ساتھ تمام ان اشیاء کی معرفت بھی شامل ہے جن کا دین محمدی میں شامل ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ دوسرے فرقے کا کہنا ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور یہ حسین بن الفضل البجلی کا قول ہے۔“

خلاصہ یہ کہ جہم بن صفوان کے نزدیک ایمان کے لیے تصدیق‘ انقیادِ قلبی اور التزامِ شریعت ضروری نہیں۔ اس قول کی رو سے ابوطالب اور ہرقل کو بھی مؤمن ماننا پڑے گا‘ کیونکہ ان کو نہ صرف معرفت بلکہ معرفت اختیاری حاصل تھی۔ بلکہ اہل کتاب کو بھی مؤمن ماننا پڑے گا کیونکہ ان کے بارے میں خود قرآن مجید کا بیان ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾(البقرہ:۱۴۶‘ الانعام:۲۰)

اس کے اس عقیدے کا ثبوت اس مناظرے سے بھی ہوتا ہے جو اس نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کیا تھا جو ابوزہرہ مصری نے اپنی کتاب ”حیات ابی حنیفہ“ میں علامہ مکی کی المناقب سے نقل کیا ہے۔ اس وقت نہ میرے سامنے المناقب ہے اور نہ ابوزہرہ کی اصل کتاب۔ بلکہ اس کا اردو ترجمہ ہے جو غلام احمد حریری نے کیا ہے۔ اس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

ایک مرتبہ جہم بن صفوان گفتگو کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا..................

میں آپ سے صرف ایمان کی حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کیا تم ابھی تک حقیقت حال سے آشنا نہیں ہو کہ سوال کی ضرورت پڑی؟ جہم نے کہا کیوں نہیں‘ البتہ ایمان کی ایک نوع میں مجھے شبہ ہو گیا وہ دور کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔ جہم نے کہا آپ کے لیے بالکل جائز نہیں کہ میرے کفر کی وجہ نہ بتائیں۔ امام صاحب نے فرمایا پھر بولو کیا پوچھتے ہو؟

جہم: یہ بتائیے ایک شخص دل سے خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ اس کو واحد یگانہ اور لامثیل ونظیر سمجھتا ہے‘ اس کی صفات سے بھی آشنا ہے‘ لیس کمثلہ شیء بھی مانتا ہے مگر ان سب باتوں کا زبان سے اقرار کیے بغیر مر جاتا ہے‘ کیا یہ شخص کفر پر مرا یا اسلام پر؟

امام اعظم صاحب نے فرمایا یہ شخص کافر ہے اور جہنمی‘ جب تک کہ قلبی معرفت کے ساتھ لسانی اقرار جمع نہ ہو۔

جہم: وہ مؤمن کیسے نہیں جب کہ وہ خدا کی مع صفات معرفت حاصل کر چکا ہے؟

امام صاحب: اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو اور اسے حجتِ شرعیہ سمجھتے ہو تو میں قرآن کے دلائل پیش کروں گا اور اگر ایسا نہیں تو میرا اندازِ گفتگو تم سے وہی ہو گا جو مخالفین اسلام سے ہوتا ہے۔

بعد ازاں امام صاحب نے قرآنی دلائل پیش کیے تو جہم نے کہا کہ آپ نے میرے دل کی دنیا ہی بدل دی‘ میں پھر لوٹ کر حاضر خدمت ہوں گا۔(۹۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرقہ کرامیہ(۹۱)

اس فرقہ کے نزدیک ایمان اقرار باللسان کا نام ہے‘ تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح کی ضرورت نہیں ہے۔ عبدالقاہر بغدادی نے اس فرقہ کے اعتقاد کے بارے میں لکھا ہے:

زعموا ان المقر بالشهادتين مؤمن حقا وان اعتقد الكفر بالرسالة وزعموا ايضاً ان المنافقين الذين انزل الله تعالى فى تكفيرهم آيات كثيرة كانوا مؤمنين حقًّا وان ايمانهم كان كايمان الانبياء والملئكة(۹۲)

”فرقہ کرامیہ کا خیال ہے کہ شہادتین کا اقرار کرنے والا مؤمن برحق ہے چاہے وہ رسالت کا منکر بھی ہو۔ اسی طرح ان کا خیال ہے کہ منافقین (جن کی تکفیر میں آیاتِ کثیرہ اللہ نے نازل کی ہیں) نہ صرف مؤمنین برحق تھے بلکہ ان کا ایمان انبیاء اور ملائکہ کے ایمان کی طرح تھا۔“ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے:

وذهب الكرامية الى ان الايمان شرعاً اقرار باللسان فقط لاغير(۹۳)

علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے:

ان الايمان مجرد الاقرار باللسان وهو قول الكرامية(۹۴)

مرجئہ(۹۵)

مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے اور ارجاء کا معنی مؤخر کرنا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک ایمان کے لیے فقط تصدیق قلبی کافی ہے۔ یہی تصدیق نجاتِ اُخروی کے لیے کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں۔ گویا انہوں نے عمل کو مؤخر کر دیا اس لیے ان کو مرجئہ کہا جاتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جس طریقے سے بغیر ایمان کے کوئی آدمی جنت میں نہیں جا سکتا‘ خواہ اس نے کتنے ہی اچھے کام کیے ہوں وہ مخلد فی النار ہوگا‘ اسی طرح اگر کسی شخص کے قلب میں تصدیق موجود ہے تو اس کے گناہ خواہ کتنے ہی ہوں وہ دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا۔ جیسے ایمان کے بغیر کوئی آدمی ہرگز جنت میں نہیں جا سکتا اسی طرح ایمان (تصدیق قلبی) کے ساتھ گناہوں کی وجہ سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ بالفاظِ دیگر وہ ”**الطاعة لا تفيد**“ اور ”**المعصية لا تضر**“ کے قائل ہیں‘ انہوں نے عمل کو بالکل پیچھے ڈال دیا ہے‘ نہ اقرار باللسان ان کے ہاں ضروری ہے اور نہ عمل بالارکان۔

معتزلہ وخوارج

معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان بسیط نہیں بلکہ مرکب ہے تصدیق بالقلب‘ اقرار باللسان اور عمل بالارکان سے۔ اس پر تو ان دونوں فرقوں کا اتفاق ہے‘ اس کے بعد تفصیلات میں ان کا اختلاف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوارج کے نزدیک ایمان مندرجہ ذیل امور سے مرکب ہے:

(۱) اللہ عزوجل کی معرفت

(۲) ہر اس شے کی معرفت جس پر اللہ عزوجل نے کوئی دلیل عقلی یا کتاب وسنت سے کوئی نقلی دلیل قائم کی ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی تمام مأمورات کی معرفت چاہے فرض ہوں' واجب یا مستحب۔

(۴) تمام منہیات سے اجتناب' چاہے صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

ان تمام کا مجموعہ ایمان کہلاتا ہے اور مذکورہ بالا امور میں سے کسی ایک کا ترک کفر کہلاتا ہے۔ اور معتزلہ کا آپس میں تو اس پر اتفاق ہے کہ جب لفظ ''ایمان'' کو 'باء' کے ذریعے متعدی کیا جاتا ہے تو اس وقت اس سے مراد اس کا لغوی معنی تصدیق ہوتا ہے' بصورت دیگر اس سے مراد اس کا لغوی معنی (تصدیق) نہیں بلکہ کوئی اور معنی ہوتا ہے اور اس ''اور معنی'' کی تعیین میں ان کا آپس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ واصل بن عطاء' ابوالہذیل' اور قاضی عبدالجبار کے بقول **ان الایمان عبارة عن فعل کل الطاعات سواء کانت واجبة او مندوبة من باب الاقوال او الافعال او الاعتقادات** (یعنی ایمان تمام تر طاعات کی تعمیل کرنے کا نام ہے چاہے وہ واجب ہوں یا مندوب پھر ان کا تعلق چاہے اقوال سے ہو یا افعال سے یا اعتقادات سے)۔ جبکہ ابوعلی جبائی اور ابوہاشم کے نزدیک ایمان نوافل اور مستحبات نہیں بلکہ صرف واجبات کی تعمیل کا نام ہے۔ اور نظام کا کہنا ہے کہ ایمان ہر اس کام سے اجتناب کرنے کا نام ہے جس پر کوئی وعید آئی ہو۔ بقول نظام اللہ کے نزدیک مؤمن تو وہ ہے جو تمام کبائر سے اجتناب کرنے والا ہو اور ہمارے (بندوں کے) نزدیک مؤمن وہ ہے جو ہر اس کام سے اجتناب کرنے والا ہو جس پر وعید آئی ہے۔[۹۶]

خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا دونوں فرقوں کے نزدیک ایمان مرکب ہے اور تصدیق' اقرار اور عمل تینوں ایمان کے اجزاء ہیں' لہٰذا ان کے نزدیک تارک العمل مخلد فی النار ہوگا۔ پھر خوارج کے نزدیک تو وہ ارتکابِ کبیرہ سے ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ معتزلہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے تو خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا' بلکہ وہ فاسق ہوتا ہے اور یہ فسق ان کے نزدیک ''**منزلة بین المنزلتین**'' ہے۔ اور یہ فسق معتزلہ کے نزدیک ایمان اور کفر کے درمیان ایک مرتبہ ہے۔ لیکن مرتکبِ کبیرہ کو چاہے فاسق کہیں یا کافر دونوں فرقوں کے نزدیک وہ مخلد فی النار ہے' لہٰذا انجام اور مآل کے اعتبار سے معتزلہ اور خوارج کے درمیان کوئی فرق نہیں' کیونکہ دونوں مرتکبِ کبیرہ کو مخلد فی النار کہتے ہیں۔

چنانچہ شرح الفقہ الاکبر میں ابومنصور ماتریدی نے امام اعظم ابوحنیفہ کے قول ''**لا نکفر احدًا بذنب ولا ننفی عنه الایمان**'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

> **هذه مسئلة مختلف فیها' قالت الخوارج اذا ارتکب الانسان کبیرة من الکبائر فانه یکفر ویزول عنه الایمان' وقالت المرجئة لا یضر مع الایمان ذنب کما لا**

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ینفع مع الکفر طاعة۔ وقالت القدریة والمعتزلة یخرج بھا من الأیمان ولا یدخل فی الکفر ویکون بین الکفر والایمان، فاذا تاب الی اللہ ورجع عنھا فانہ یدخل فی حیز الایمان قبل الموت، واذا مات قبل ان یتوب منھا دخل فی حیز الکفر ویخلد فی النار(۹۷)

''یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ خوارج کا کہنا ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے کسی بھی کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے اور ایمان اس سے زائل ہو جاتا ہے۔ مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ہوتے ہوئے کوئی اطاعت نافع نہیں، جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے تو نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، ایمان اور کفر کے درمیان معلق ہوتا ہے۔ اگر مرنے سے پہلے توبہ تائب ہو جائے تو واپس دائرۂ ایمان میں داخل ہو جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر دائرۂ کفر میں داخل ہو کر مخلد فی النار ہوتا ہے۔''

امام ابوالحسن اشعری نے معتزلہ کے عقائد وافکار باطلہ کی لمبی چوڑی فہرست دیتے ہوئے لکھا ہے:

حکموا علی العصاة بالنار والخلود فیھا .... وزعموا ان من دخل النار لا یخرج منھا(۹۸)

''معتزلہ نے گناہگاروں پر جہنمی اور خلود فی النار کا حکم لگایا ہے ......اور ان کا خیال ہے کہ جہنم میں داخل ہونے والا کبھی اس سے باہر نہیں نکلے گا۔''

اور اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

وندین بان لا نکفر احدًا من اھل القبلة بذنب یرتکبہ کالزنا والسرقة وشرب الخمور کما دانت بذٰلک الخوارج وزعمت انھم کافرون(۹۹)

''اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم زنا، چوری اور شراب نوشی جیسے کبیرہ گناہوں کے مرتکب اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے، کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔''

اور ملا حسین بن اسکندر الحنفی نے امام اعظم کے قول ''**العمل غیر الایمان والایمان غیر العمل**'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

اقول ھذا عند اھل الحق نصرھم اللہ تعالی خلافاً للخوارج، قال ابن حجر الھیثمی فی شرح الاربعین النوویة "الایمان لغة التصدیق وشرط التصدیق بالقلب فقط وقیل یشترط ان یضم الی ذٰلک اقرار باللسان وعمل بسائر الجوارح فیکفر من اخل بواحد من ھذہ الثلاثة وھو مذھب الخوارج" (۱۰۰)

''میں کہتا ہوں یہ اہل حق کا عقیدہ ہے اللہ ان کی مدد فرمائے۔ اس مسئلہ میں خوارج کا اختلاف ہے۔ ابن حجر ہیثمی نے اربعین نووی کی شرح میں لکھا ہے کہ ایمان کا لغوی معنی صرف دل سے تصدیق کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے' جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تصدیق قلبی کے ساتھ زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنا بھی ایمان کے مفہوم میں شامل ہے' لہٰذا خوارج کے نزدیک ان تین خصائل میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچانے والا کافر شمار ہوگا۔''

عبدالقاہر البغدادی نے ان عقائد کی فہرست دی ہے جو خوارج کے تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہا ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ذکر الکعبی فی مقالاته ان الذی یجمع الخوارج علی افتراق مذاهبها اکفار علیّ وعثمان والحکمین واصحاب الجمل وکل من رضی بتحکیم الحکمین والاکفار بارتکاب الذنوب ووجوب الخروج علی الامام الجائر(۱۰۱)

''کعبی نے مقالات میں ذکر کیا ہے کہ خوارج کے تمام تر فرقوں کا (باوجود افتراق مذہب کے) درج ذیل عقائد پر اتفاق ہے: حضرت علی' عثمان' حکمین (عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری) اصحابِ جمل' تحکیم حکمین پر رضامندی کا اظہار کرنے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کی تکفیر اور ظالم امام کے خلاف خروج کے وجوب پر۔''

علامہ تفتازانی نے صاحب العقائد النسفیہ کے اس قول ''**والکبیرة لا تخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر**'' کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

لبقاء التصدیق الذی هو حقیقة الایمان خلافًا للمعتزلة حیث زعموا ان مرتکب الکبیرة لیس بمؤمن ولا کافر وهذا هو المنزلة بین المنزلتین بناءً علی ان الاعمال عندهم جزء من حقیقة الایمان۔ ولا تدخله ایّ العبد المؤمن فی الکفر خلافًا للخوارج فانهم ذهبوا الی ان مرتکب الکبیرة بل الصغیرة ایضًا کافر وانه لاواسطة بین الایمان والکفر(۱۰۲)

''گناہِ کبیرہ کا ارتکاب بندۂ مؤمن کو ایمان کے دائرے سے نہیں نکالتا' اس لیے کہ تصدیق باقی ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔ معتزلہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ نہ مؤمن ہے اور نہ کافر' اس کو وہ منزلہ بین المنزلتین کہتے ہیں۔ ان کے اس عقیدے کی بنیاد اس پر ہے کہ اعمال ان کے نزدیک حقیقتِ ایمان کا ایک حصہ ہیں۔ جس طرح ارتکابِ کبیرہ سے کوئی مؤمن دائرۂ ایمان سے نہیں نکلتا اسی طرح وہ دائرہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا' بخلاف خوارج کے' ان کے خیال میں مرتکب کبیرہ بلکہ مرتکب صغیرہ بھی کافر ہے اور ایمان و کفر کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے (جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے)۔''

مندرجہ بالا اقتباسات اور حوالجات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ تمام فرقِ خوارج کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نزدیک مرتکب کبیرہ کافر ہے۔ لیکن عبدالقاہر بغدادی نے اپنی کتاب ''الفرق بین الفرق'' میں لکھا ہے:

وقال شیخنا ابوالحسن الذی یجمعھا اکفار علیؓ وعثمان واصحاب الجمل والحکمین ومن رضی بالتحکیم وصوّب الحکمین او احدھما ووجوب الخروج علی السلطان الجائر ولم یرض ماحکاہ الکعبی من اجماعھم علی تکفیر مرتکبی الذنوب...... الصواب ماحکاہ شیخنا ابوالحسن عنھم وقد اخطأ الکعبی فی دعواہ اجماع الخوارج علی تکفیر مرتکبی الذنوب۔ وذٰلک ان النجدات من الخوارج لا یکفرون اصحاب الحدود من موافقتھم وقد قال قوم من الخوارج ان التکفیر بالذنوب التی لیس فیھا وعید مخصوص فاما الذی فیہ حدٌّ او وعید فی القرآن فلا یزاد صاحبہ علی الاسم الذی ورد فیہ مثل تسمیتہ زانیاً وسارقاً ونحو ذٰلک۔ وقد قالت النجدات ان صاحب الکبیرۃ من موافقتھم کافر نعمۃ ولیس فیہ کفر دین(۱۰۳)

''ہمارے شیخ ابوالحسن نے خوارج کے متفقہ عقائد کی جو فہرست بیان کی ہے وہ کعبی کی بیان کردہ فہرست سے مختلف ہے' کیونکہ کعبی نے مرتکب کبیرہ کی تکفیر پر خوارج کا اتفاق نقل کیا ہے' جبکہ ہمارے شیخ کی بیان کردہ فہرست میں خوارج کے متفقہ عقائد میں تکفیر مرتکب کبیرہ کا مسئلہ شامل نہیں ہے۔ وہ فہرست درج ذیل ہے: حضرت علی' حضرت عثمان' اصحابِ جمل' حکمین' (عمرو بن العاص و ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہم تحکیم پر رضامندی کا اظہار کرنے والے' حکمین کی تصویب کرنے والے کی تکفیر اور ظالم سلطان کے خلاف خروج کا وجوب۔ ہمارے شیخ ابوالحسن نے جو کچھ خوارج کے بارے میں نقل کیا ہے وہی صحیح ہے' کیونکہ خوارج کا فرقہ ''نجدات'' اپنے پیروکاروں میں سے ان لوگوں کی تکفیر نہیں کرتا جو ان گناہوں کے مرتکب ہوں جن پر حد لگائی جاتی ہے۔ اسی طرح خوارج کے ایک اور فرقہ کے نزدیک ان گناہوں کے ارتکاب پر انسان کی تکفیر کی جائے گی جن کے بارے میں کوئی مخصوص وعید شارع کی طرف سے نہیں آئی ہے اور جن گناہوں پر کوئی حد یا قرآن مجید میں کوئی وعید آئی ہے ان کا مرتکب اسی نام سے موسوم ہوگا جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کیا ہے مثلاً زانی' سارق وغیرہ۔ فرقہ نجدات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے پیروکاروں میں سے مرتکب کبیرہ نعمت خداوندی کا کافر ہوگا نہ کہ دین خداوندی کا''۔

ایک اور مقام پر عبدالقاہر بغدادی نے لکھا ہے:

وقد زعمت فرقۃ من الصفریۃ ان ما کان من الاعمال علیہ حد واقع لا یسمی صاحبہ الا بالاسم الموضوع لہ کزان وسارق وکاذبٍ وقاتل عمدٍ ولیس صاحبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كافرًا ولا مشركًا۔ وكل ذنب ليس فيه حد كترك الصلوٰة والصوم فهو كفر وصاحبه كافر ....وفرقة ثالثة من الصفرية قالت بقول من قال من البيهسية ان صاحب الذنب لا يحكم عليه بالكفر حتى يرفع الى الوالى فيحده۔

فصارت الصفرية على هذا التقدير ثلاث فرق۔ فرقة تزعم ان صاحب كل ذنب مشرك كما قالت الازارقة۔ والثانية تزعم ان اسم الكفر واقع على صاحب ذنب ليس فيه حد والمحدود فى ذنبه خارج عن الايمان وغير داخل فى الكفر۔ والثالثة تزعم ان اسم الكفر يقع على صاحب الذنب اذا حده الوالى على ذنبه(١٠٤)

''خوارج کے فرقہ صفریہ میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ جن گناہوں کے بارے میں گناہگار پر حد کا ذکر ہوا ہے اس کا مرتکب اسی نام سے موسوم ہوگا جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے مثلاً زانی' سارق' قاذف اور قاتل عمد۔ اور اس کا مرتکب کافر اور مشرک نہیں ہوگا اور جس گناہ کے ارتکاب پر کسی حد کا ذکر نہیں ہوا مثلاً نماز اور روزہ کا چھوڑنا' وہ گناہ کفر اور اس کا کرنے والا کافر ہے۔

اور صفریہ کے ایک تیسرے فرقے کا کہنا ہے کہ مرتکب کبیرہ پر جب تک حاکم حد نہ جاری کر دے اس وقت تک اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ عقیدہ خوارج کے فرقہ بیہسیہ کا بھی ہے۔(١٠٥)

اس تقدیر پر صفریہ کے تین فرقے بن جاتے ہیں۔ (۱) ایک فرقے کا خیال ہے کہ ہر گناہگار مشرک ہے جیسا کہ خوارج کے فرقہ ازارقہ کا عقیدہ ہے (۲) دوسرے فرقے کا عقیدہ ہے کہ اس گناہ کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق ہوگا جس کے ارتکاب پر کوئی حد نہیں ہے۔ محدود فی الذنب ایمان سے تو خارج ہے لیکن کفر میں داخل نہیں۔ (۳) تیسرے فرقے کا خیال ہے کہ گناہگار پر کفر کا اطلاق اس وقت کیا جائے گا جب حاکم اس پر حد جاری کر دے''۔

معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ کی تکفیر کا مسئلہ خوارج کا متفقہ عقیدہ نہیں بلکہ اس بارے میں ان کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک

اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کی موجودگی میں گناہگار آدمی مؤمن ہی رہتا ہے۔ ارتکابِ معاصی کی وجہ سے کوئی ایمان سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھتا' وہ اسی طرح مؤمن ہی رہے گا اور اللہ عزوجل کی مشیت میں رہے گا۔ چاہے تو اس کے گناہ ابتداءً ہی معاف فرما کر اپنے فضل و رحمت سے اس کو جنت میں بھیج دیں' چاہے گناہوں کی سزا کاٹنے اور گناہوں سے پاک ہونے کی خاطر کچھ عرصہ کے لیے جہنم میں ڈال دے' پھر گناہوں کے بقدر سزا بھگت کر اور پاک صاف ہونے کے بعد جنت میں بھیج دے۔ بہرحال وہ مخلد فی النار نہیں ہوگا۔ چنانچہ صاحب الجوهرة المنيفة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفہ ملا حسین بن اسکندر الحنفی نے امام صاحب کے قول ''العاصون من امّة محمدﷺ کلھم مؤمنون ولیسوا بکافرین'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

أقول : ان العبد المؤمن لا یکون کافرا بالفسق والمعصیة لان الایمان اقرار و تصدیق والاقرار والتصدیق باقٍ فیکون الایمان باقیا الا ان تکون المعصیة موجبا للکفر فیکون الایمان زائلاً، لان الکفر یزیل الایمان(۱۰۶)

''میں کہتا ہوں بندۂ مؤمن فسق اور معصیت کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ ایمان اقرار اور تصدیق کا نام ہے اور معصیت کے ہوتے ہوئے اقرار و تصدیق باقی رہتے ہیں' لہٰذا ایمان باقی رہے گا سوائے اس کے اگر معصیت موجب للکفر ہو تو اس سے ایمان زائل ہو جائے گا' کیونکہ کفر ایمان کو زائل کر دیتا ہے''۔

امام ابوحنیفہ الفقہ الاکبر میں لکھتے ہیں:

ولا نکفر مسلمًا بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلھا ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مؤمنا حقیقة ویجوز ان یکون مؤمنا فاسقا غیر کافر(۱۰۷)

''ہم کسی بھی گناہ کے ارتکاب پر چاہے وہ کبیرہ ہو کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے بشرطیکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھتا ہو۔ اس سے ہم ایمان کا ازالہ نہیں کرتے بلکہ ہم اسے مؤمن حقیقی کہتے ہیں' کیونکہ کوئی مؤمن فاسق ہو سکتا ہے کافر نہیں''۔

اور امام ابوالحسن اشعری نے لکھا ہے:

وندین بان لا نکفر احدا من اهل القبلة بذنب یرتکبه کالزنا والسرقة وشرب الخمور کما دانت بذٰلك الخوارج وزعمت انهم کافرون۔ ونقول :ان من عمل کبیرة من هذه الکبائر مثل الزنا والسرقة وما اشبهها مستحلا لها غیر معتقد لتحریمها کان کافرًا(۱۰۸)

''اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے زنا' چوری اور شراب نوشی جیسے کبائر کے مرتکب کی تکفیر نہیں کرتے' جیسا کہ یہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ کافر ہے۔ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ زنا اور چوری جیسے کبائر کا مرتکب صرف اس وقت کافر گردانا جائے گا اگر وہ ان کبائر کی حرمت کا عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ حلال سمجھتا ہے''۔

ابومنصور ماتریدی نے شرح الفقہ الاکبر میں لکھا ہے:

ومن الدلیل علی ان الایمان لا یرفع بالکبیرة قول اللّٰه تعالی :﴿اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ أمر بالتثبت فی نبأ الفاسق فلو صار کافرًا لنھی عن قبول شھادته۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وحديث ماعز بن مالك ايضًا حجة حين اقر بالزنا بين يدى رسول الله ﷺ فلو صار مرتدًا لامر بقتله او استرجعه الى الاسلام والمعنى فيه هو ان الايمان محله القلب والمعاصى محلها الاعضاء وهما فى محلين مختلفين فلا يتنافيان(۱۰۹)

''گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے ایمان ختم نہ ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد بھی ہے ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے فاسق کی دی ہوئی خبر کے بارے میں تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے (ردّ کرنے کا نہیں) اگر وہ غلط خبر دینے کی وجہ سے مرتد ہوتا تو اس کی شہادت قبول کرنے سے روکا جاتا۔ دوسری دلیل حدیث ماعز بن مالکؓ ہے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے زنا میں ملوث ہونے کا اقرار کیا تھا۔ اگر ارتکاب زنا کی وجہ سے وہ مرتد ہوتا تو آپ ﷺ یا تو اس کے قتل کرنے کا حکم فرماتے یا اس کو اسلام کی طرف واپس لوٹنے کا حکم دیتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایمان کا محل قلب ہے اور معاصی کا محل اعضاء۔ اور دونوں کا محل وقوع مختلف ہے لہٰذا دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔''

محلِ ایمان قلب ہے' کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں جہاں کہیں ایمان کا ذکر کیا ہے اس کی اضافت قلب کی طرف کی ہے۔ چند آیات بینات ملاحظہ ہوں:

﴿مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (المائدۃ:۴۱)

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ (النحل:۱۰۶)

﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (المجادلۃ:۲۲)

﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (الحجرات:۱۴)

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (الحجرات:۷)

مندرجہ بالا آیات بینات سے معلوم ہوا کہ محلِ ایمان دل ہے' لہٰذا معاصی (جن کا محل اعضاء ہے) کے ساتھ اس کا اجتماع ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں جابجا مرتکب کبائر پر مؤمن کا اطلاق کیا ہے۔ مثلاً مؤمنوں کے باہم مقاتل دونوں فریق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا:

(۱) ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:۹)

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں باہم مقاتل فریقین کو مؤمنوں کے دو فرقے کہا گیا ہے۔

(۲) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرۃ:۱۸۷)

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں قاتل عمد کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا گیا ہے۔

(۳) ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾ (البقرۃ:۱۷۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر قاتل کو اپنے بھائی (ولی مقتول) کی طرف سے قصاص سے معافی مل جائے۔ اس طرح قاتل کو باوجود قتل کے ولی مقتول کا بھائی کہا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ اخوت نسبی نہیں بلکہ ایمانی ہے، بمصداق ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ لہٰذا معلوم ہوا کہ قاتل باوجود قتل کے مؤمن ہے۔

(۴) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا﴾ (الانفال:۷۲)

اس آیت کریمہ میں ہجرت نہ کرنے والے کو بھی مؤمن کہا گیا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ترکِ ہجرت پر عظیم وعید سنائی گئی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (النحل:۲۸) نیز فرمایا ﴿مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ (الانفال:۷۲) باوجود ان دو عظیم وعیدوں کے ان کو مؤمن کہا گیا۔

(۵) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم:۸)

اس آیت کریمہ میں مؤمنین کو توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ توبہ کا حکم گناہگار ہی کو دیا جاتا ہے۔

(۶) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (الممتحنة:۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ کے دشمن کو دوست بنانے والوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا گیا ہے۔

یہ اور ان جیسی بے شمار دیگر آیات بینات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا کہ جس کی وجہ سے یہ سمجھا جائے کہ اس میں تصدیق موجود نہیں تو بے شک اس گناہ کی وجہ سے وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ مثلاً کوئی بدبخت رسول اللہ ﷺ کی شانِ مبارک میں گستاخی کا مرتکب ہوا یا کسی نے قرآن مجید کو نجاست میں پھینک دیا یا کسی بت کے آگے سجدہ کیا تو ان گناہوں کی وجہ سے اس کو کافر گردانا جائے گا۔ چنانچہ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد النسفية میں لکھا ہے:

> ولا نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة للتكذيب وعلم كونه كذلك بالادلة الشرعية كسجود الصنم والقاء المصحف فی القاذورات والتلفظ بكلمات الكفر ونحو ذلك مما ثبت بالادلة انه كفر(۱۱۰)

''اور اس میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں کہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو شریعتِ مطہرہ نے دلائل کی بنیاد پر تکذیب کی علامت قرار دیا ہے، مثلاً بت کے آگے سجدہ کرنا، قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنا، کفریہ کلمات اور ایسے کلمات جن کا کفر ہونا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے، کو زبان سے ادا کرنا۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایمان کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف

پھر اہل السنّت والجماعت کے درمیان ایمان کی تعبیر میں اختلاف ہوا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وهو قول وفعل

''ایمان قول وفعل دونوں کا نام ہے''۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، جمہور محققین اور متکلمین کی تعبیر:

الایمان هو الاقرار باللسان والتصدیق بالجنان(۱۱۱)

''ایمان زبانی اقرار اور دلی تصدیق کا نام ہے''۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے:

واما فی الشرع فهو التصدیق بما علم مجئ النبی علیہ السلام به ضرورة تفصیلاً فیما علم تفصیلا واجمالاً فیما علم اجمالاً وهذا مذهب جمهور المحققین لکنهم اختلفوا فی ان مناط الاحکام الاخروية مجرد هذا المعنی ام مع الاقرار؟ فذهب الاشعری واتباعه الی ان مجرد هذا المعنی کاف لانه المقصود والاقرار انما هو لیعلم وجوده فانه امر باطن ویجری علیه الاحکام فمن صدق بقلبه وترك الاقرار مع تمکنه منه کان مؤمنا شرعا فیما بینه وبین الله تعالی ویکون مقره الجنة لکن ذکر ابن الهمام ان اهل هذا القول اتفقوا علی انه یلزم ان یعتقد انه متی طلب منه الاقرار اتی به فان طولب ولم یقر فهو کفر عناد۔

وذهب امامنا ابوحنیفة رحمه الله وغالب من تبعه اِلٰی ان الاقرار وما فی حکمه کاشارة الاخرس لابد منه فالمصدق المذکور لا یکون مؤمنا ایمانا یترتب علیه الاحکام الاخروية کالمصلی مع الریاء فانه لا تنفعه صلوته(۱۱۲)

''ایمان کا شرعی معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جن چیزوں کا ثبوت بدیہی طور پر ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے، اگر حضور اکرم ﷺ سے ثبوت تفصیلی ہے تو تفصیلی تصدیق اور اجمالی ہے تو اجمالی تصدیق ضروری ہے۔ یہ جمہور محققین کا مذہب ہے۔ (اس حد تک تو ان کا اتفاق ہے) اس کے بعد ان کا اختلاف ہے اس بارے میں کہ احکام اخرویہ کے لیے مدار صرف یہی تصدیق ہے یا اس کے ساتھ اقرار لسانی بھی ضروری ہے؟ ابوالحسن اشعری اور اس کے پیروکاروں کا مذہب یہ ہے کہ یہی تصدیق کافی ہے اقرار کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اصل مقصود تو تصدیق قلبی ہے اور اقرار کی ضرورت تو صرف اس تصدیق قلبی کی موجودگی کا یقین حاصل کرنے کے لیے ہے جو امر باطنی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس پر احکام کے اجراء کا مدار ہے۔ لہٰذا جس کو تصدیق قلبی حاصل ہے اور باوجود قدرت کے وہ اقرار نہیں کرتا وہ بھی اللہ کے نزدیک مؤمن ہے اور اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ لیکن علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ قول مذکور کے قائلین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ اس بات کا عقیدہ بھی رکھنا لازم ہے کہ عند الطلب وہ اقرار لازماً کرے گا‘ اگر کسی نے عند الطلب اقرار نہ کیا تو یہ کفرِ عناد ہے۔[113]

امام ابوحنیفہ اور ان کے اکثر پیروکاروں کا مذہب ہے کہ اقرار اور اقرار کے قائم مقام (مثلاً گونگے کا اشارہ کرنا) کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تصدیق کنندہ (اقرار پر قدرت رکھتے ہوئے بھی اقرار نہ کرنے والا) مؤمن نہیں۔ ایسے ایمان پر اخروی احکام کا ترتب نہیں ہوگا۔ یہ ایمان اس کے کسی کام نہیں آئے گا جس طرح ریاء سے نماز پڑھنے والے کو اس کی نماز سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔‘‘

خلاصہ یہ کہ امام اعظم اور متکلمین کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا نام ہے۔ باقی رہا یہ کہ اقرار باللسان رکن ایمان ہے یا شرط؟ امام طحاوی نے تو امام صاحب سے اقرار کا رکن ہونا نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

والایمان :هو الاقرار باللسان والتصدیق بالجنان[114]

’’ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔‘‘

اسی طرح **کتاب الوصیہ للامام الاعظم ابی حنیفة** میں ہے:

الایمان: اقرار باللسان‘ وتصدیق بالقلب‘ والاقرار وحده لا یکون ایماناً‘ لانه لو کان ایمانا لکان المنافقون کلهم مؤمنین وکذٰلك المعرفة وحدها لا تکون ایمانا‘ لانها لو کانت ایماناً لکان اهل الکتاب کلهم مؤمنین‘ قال اللّٰه تعالٰی فی حق المنافقین ﴿وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾ وقال فی حق اهل الکتاب ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ﴾[115]

’’ایمان زبانی اقرار اور قلبی تصدیق کا نام ہے اکیلا اقرار ایمان نہیں‘ کیونکہ اگر اکیلا اقرار ایمان ہوتا تو تمام منافق مؤمن ہوتے۔ اسی طرح اکیلی معرفت بھی ایمان نہیں‘ کیونکہ اگر صرف معرفت کا نام ایمان ہوتا تو تمام اہل کتاب مؤمن ہوتے۔ حالانکہ منافقین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾ (اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں) اور اہل کتاب کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ﴾ یعنی وہ نبی کریم ﷺ کی حقانیت کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔‘‘

اور عقائد نسفیہ میں ہے:

الایمان هو التصدیق بما جاء من عند الله والاقرار[116]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''ایمان منجانب اللہ آمدہ تمام تر اشیاء کی تصدیق اور ان کے اقرار کرنے کا نام ہے۔''

امام صاحب سے ایک اور قول یہ بھی منقول ہے کہ اقرار رکن نہیں بلکہ شرط ہے جو اکراہ کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔(۱۱۷)

سابقہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام اعظم کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں بلکہ قلبی تصدیق اور زبانی اقرار دونوں کو ایمان کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جہم بن صفوان سے امام صاحب کا جو مناظرہ ہوا تھا (جس کا ابتدائی حصہ ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں) یہ مناظرہ علامہ مکی نے المناقب میں نقل کیا ہے۔ اس وقت میرے سامنے ''حیات امام ابی حنیفہ'' ابوزہرہ مصری کی کتاب کا اردو ترجمہ غلام احمد حریری صاحب کا ہے۔ اس میں امام صاحب نے اپنے اس مسلک کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیے تھے وہ درج ذیل تھے:

(۱) ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾﴾ (المائدۃ)

''اور جب وہ آیاتِ قرآنی سنتے ہیں تو معرفتِ حق کی وجہ سے ان کے آنسو بہنے لگتے ہیں' اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لا چکے سو ہمیں حق کی شہادت دینے والوں میں لکھ لے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے نازل کردہ حق وصدق کو نہ مانیں' اور ہم امیدوار ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمیں نیکوکاروں میں داخل فرمائے گا۔ اس قول کی وجہ سے اللہ نے انہیں جنت عطا کی جس میں نہریں بہتی ہیں' اس میں ہمیشہ رہیں گے' اور نیکوکاروں کا بدلہ یہی ہے''۔

امام صاحب نے فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معرفت واقرار کی وجہ سے انہیں جنتی فرمایا ہے اور دل وزبان سے ماننے کے باعث مؤمن قرار دیا ہے۔

(۲) ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ﴾ (البقرۃ:۱۳۷)

''تم کہو ہم اللہ اور اس کی نازل کردہ آیات پر ایمان لائے اور جو ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط واحفاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ان میں فرق مدارج قائم نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے تابع ہیں۔ سو اگر وہ تمہاری طرح ایمان لے آئے تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ (الفتح:۲٦)

''اور لازم کر دیا ان پر کلمہ تقویٰ۔''

(۴) ﴿وَهُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (الحج:۲٤)

''انہیں پاکیزہ باتوں کی ہدایت کی گئی۔''

(۵) ﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ﴾ (الفاطر:۱۰)

''اس کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں''۔

(٦) ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراهیم:۲۷)

''اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو دنیوی زندگی اور آخرت میں قولِ ثابت کی وجہ سے ثابت قدم رکھتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۷) ((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا))

(۸) ((یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَکَانَ فِیْ قَلْبِهٖ کَذَا))

مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو دل سے معرفت خداوندی حاصل کرے وہ جہنم سے نکل جائے گا بلکہ فرمایا جو زبان سے یہ کلمات کہے اس کو جہنم سے نکلنا نصیب ہوگا۔ اگر قلبی معرفت کافی ہوتی اور اقرار لسانی کی حاجت نہ ہوتی تو زبان سے اللہ تعالیٰ کی تردید اور انکار کرنے والے دل سے اللہ کی معرفت حاصل کر کے مؤمن بن جاتے۔

(۹) اندریں صورت ابلیس کا مؤمن ہونا بھی کسی شبہ سے بالا ہوتا' کیونکہ معرفت خداوندی تو اسے حاصل ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق' مالک' مارنے والا' زندہ کرنے والا اور اس کو جادۂ مستقیم سے ہٹانے والا ہے' جیسا کہ خود اس نے کہا تھا: ﴿رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ﴾ اور کہا تھا ﴿اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اقرار کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾۔

(۱۰) علاوہ ازیں اگر اللہ کی صرف معرفت موجب ایمان ہوتی تو کافر حصولِ معرفت کے بعد زبان سے منکر ہونے کے علی الرغم مؤمن ہوتے' حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ﴾ (النمل:۱٤) یعنی یقین کرنے کے باوجود انہوں نے انکار کیا۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں وحدانیت کا یقین رکھنے کے باوجود زبان سے منکر ہونے کی وجہ سے ان کو مؤمن نہیں کہا گیا۔

(۱۱) ﴿یَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا وَاَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾ (النحل:۳)

''یعنی یہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر انکار کر دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو بالکل نہیں مانتے''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۲)﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ﴾ (یونس:۳۲)

''آپ فرما دیجیے کہ تمہیں زمین وآسمان سے رزق کون پہنچاتا ہے یا کان اور آنکھ کس کے قبضہ میں ہیں اور زندے کو مردہ اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ جملہ امور کس کے زیر تصرف ہیں؟ تو وہ جواب میں کہیں گے یہ سب تصرفات اللہ کے قبضے میں ہیں۔ پھر ان سے پوچھیے کہ تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟ پس یہی تمہارا خدا ہے جو پروردگار حقیقی ہے۔ پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟''

مندرجہ بالا آیاتِ بینات سے واضح ہوتا ہے کہ انکار کی موجودگی میں معرفت قطعی طور سے بے کار ہے۔

(۱۳)﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۴۶)

''وہ آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کو رسول اللہ ﷺ کا پہچان لینا کافی نہ تھا جبکہ وہ آپؐ کی نبوت ورسالت کو نہیں مانتے تھے اور انہوں نے اس واضح حقیقت پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ جب امام صاحب یہ دلائل بیان کر چکے تو جہم نے کہا کہ آپ نے میرے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ میں پھر لوٹ کر حاضر خدمت ہوں گا۔(۱۱۸)

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الانتقاء'' میں ایمان اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ ایمان معرفت الٰہی‘ اس کی تصدیق اور اقرار کرنے کا نام ہے۔ تصدیق کے اعتبار سے انسانوں کے تین درجے ہیں:

(۱) جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے نازل کردہ احکام کی تصدیق کرتا ہے۔

(۲) جو زبان سے تصدیق کرتا ہے اور دل سے جھٹلاتا ہے۔

(۳) جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے تکذیب کرتا ہے۔

پہلا شخص اللہ اور مخلوق دونوں کے نزدیک مؤمن ہے‘ دوسرا شخص اللہ کے نزدیک کافر اور لوگوں کے نزدیک مؤمن ہے‘ کیونکہ لوگ اس کی قلبی کیفیت سے آگاہ نہیں اور شہادت کا اقرار کرنے کی وجہ سے وہ اسے مؤمن سمجھنے پر مجبور ہیں۔ انسان اس کے مکلف نہیں کہ وہ دلوں کے حالات سے بھی واقف ہوں۔

جہاں تک تیسرے شخص کا تعلق ہے ممکن ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کی خاطر کفر کا اظہار کر رہا ہو اور جو شخص اسے نہیں جانتا وہ اسے کافر سمجھنے لگے اور ہوسکتا ہے عنداللہ وہ مؤمن ہو۔(۱۱۹)

خلاصہ یہ کہ حضرات متکلمین اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمل ثمرہ اور نتیجہ ایمان ہے‘ ایمان کی حقیقت کا جزو نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ائمہ ثلاثہ اور محدثین کی تعبیر:

الایمان معرفة بالقلب، و اقرار باللسان وعمل بالارکان(۱۲۰)

''ایمان قلبی معرفت، زبانی اقرار اور جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے''۔

(جاری ہے)

حواشی

(٦٥) لسان العرب، ابن منظور الافریقی، ۲۱/۱۳۔

(٦٦) ایضًا۔

(٦٧) لسان العرب، ۲۳/۱۳۔

(٦٨) تفسیر الکشاف، ۳۸/۱۔

(٦٩) تفسیر الکشاف، ۳۸/۱۔

(۷۰) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، محمود آلوسی، ۱۱۰/۱۔ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ......﴾

(۷۱) کتاب التعریفات، للجرجانی اور کشاف اصطلاحات الفنون محمد اعلی التھانوی بذیل تصدیق۔

(۷۲) شرح المقاصد، مسعود بن عمر، التفتازانی، تقسیم العلم الی تصدیق و تصور، ۱۹۸/۱۔

(۷۳) روح المعانی، ۱۱۱/۱ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ......﴾

(۷٤) تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۱۱۰/۱۔ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ......﴾

(۷٥) نیز شرح العقائد، ص ۳۹۲۔

(۷٦) تفسیر مفاتیح الغیب، امام فخر الدین رازی، تفسیر آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ......﴾

(۷۷) تفسیر کبیر، فخر الدین، رازی، تفسیر سورة البقرة، آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ......﴾

(۷۸) السیرة النبویة لابن ہشام، ۳۰٦/۱ تا ۳۱۱، شعر ابی طالب فی معاداة خصومہ، دار الریان للتراث، قاھرہ، طبع، ۱٤۰۸ھ/۱۹۸۷ء۔

(۷۹) الاصابه فی تمییز الصحابة، ۱۱٦/٤، دار احیاء التراث، الطبعة الاولی، ۱۳۲۸ھ۔

(۸۰) تفسیر قرطبی، جزء ٦۔ الانعام: ۲٦، ص ۲٦۱ و ۲٦۲، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۸۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قصة ابی طالب، ۲٤۳/۷، دارالسلام، ریاض، مطبوعه ۱٤۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

(۸۲) صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ وقول الله عزوجل ذکره انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده۔ وصحیح مسلم، باب کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

النبیﷺ الی هرقل یدعوه الی الاسلام۔ وصحیح ابن حبان' باب ذکر وصف کتاب النبیﷺ۔

(۸۳) فضل الباری شرح صحیح البخاری' علامه شبیر احمد عثمانی' ۲۴۳/۱۔

(۸٤) المنهاج شرح صحیح مسلم' کتاب الجهاد والسیر' باب کتاب النبیﷺ الی هرقل ملك الشام یدعوه الی الاسلام' ۳۲۶/۱۱۔ دار المعرفة' بیروت' الطبعة الثالثه' ۱٤۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

(۸۵) کشف الاستار عن زوائد البزار' ذکر نبینا محمد (ﷺ) باب فیما کان عند اهل الکتاب من علامات نبوته ۱۱۸/۳۔

(۸٦) تفسیر قرطبی' جزء ٦' سورة الانعام آیت ۲٦'ص ۲٦۲' دارالکتب العلمیة' بیروت۔

(۸۷) السیرة النبویة لابن هشام' شعر ابی طالب فی معاداة خصومه' ۳۱۱/۱۔

(۸۸) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الدلیل علی صحة اسلام من حضره الموت' مالم یشرع فی النزع ونسخ جواز الاستغفار للمشرکین۔ وسنن الترمذی' ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللهﷺ' باب من سورة القصص۔ ومسند الامام احمد بن حنبل' مسند بنی هاشم ومسند ابی هریرة' رقم الحدیث (۹۳۹۷)۔ وشعب الایمان' الأول من شعب الایمان' ۸۹۔ودلائل النبوة باب وفاة ابی طالب ٦۲۳۔

(۸۹) تفسیر مفاتیح الغیب' سورة البقرة' آیت ﴿اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ......﴾ والفرق بین الفرق' عبدالقاهر البغدادی' ص ۱۹۹۔مطبعه دار الآفاق الحدیدة' بیروت۔ جہم بن صفوان' فرقہ جبریہ اس کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ اس مذہب کا پرزور داعی اور مددگار تھا۔ عقیدہ جبریہ کے دوش بدوش وہ چند اور نظریات کا بھی پرزور مبلغ تھا مثلاً: (۱) جنت اور دوزخ بالآخر فنا ہوں گے' کوئی شے دائمی و ابدی نہیں' قرآن میں جس خلود کا ذکر ہے اس سے مراد طول مدت ہے دوام و بقاء نہیں۔ (۲) ایمان صرف اللہ کی معرفت اور کفر صرف جہل کا نام ہے۔ بنا بریں جو یہودی نبی کریم ﷺ کے اوصاف سے باخبر تھے وہ مؤمن تھے۔ اس طرح وہ مشرک جو بکمال یقین و اذعان آنحضور ﷺ کے اوصاف سے منکر تھے وہ بھی ایمان سے بہرہ ور تھے۔ بقول جہم یقین و اذعان معرفت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جس معرفت کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ معرفت تو یہ ہے جو تصدیق و اذعان کی موجب ہو (۳) وہ خلق قرآن کا قائل تھا۔ (۴) وہ اللہ کو اشیاء میں داخل نہیں سمجھتا تھا اور نہ یہ کہتا کہ خدا زندہ ہے۔ وہ کہتا تھا: میں خدا کو ان صفات سے متصف نہیں کرتا جن کا اطلاق حوادث پر ہو سکے۔ (۵) وہ بروز قیامت دیدارِ خداوندی کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

(۹۰) حیات ابی حنیفہ' اردو ترجمہ غلام احمد حریری' ملک سنز فیصل آباد' ص ۲۷۷ تا ۲۸۲۔

(۹۱) محمد بن کرام کی طرف منسوب ایک گمراہ فرقہ جن کے گمراہ کن افکار و نظریات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) معبود کی تجسیم زعم انه جسم له حَدٌّ ونهایة من تحته والحهة التی منها یلاقی عرشه۔

(۲) ان الله مماس لعرشه وان العرش مکان له یہ اور ان جیسے دیگر عقائد باطلہ کے لیے دیکھئے الفرق بین الفرق' ص ۲۰۲ تا ۲۱٤۔

(۹۲) الفرق بین الفرق' ص ۲۱۲۔

(۹۳) روح المعانی : مبحث فی الایمان' ج۱'ص ۱۱۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۹۴) تفسیر کبیر' سورۃ البقرۃ' آیت ۳۔

(۹۵) مرجئہ کا اطلاق دو فرقوں پر ہوتا ہے (۱) وہ فرقہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور ان تنازعات کے بارے میں جو اُموی عہد میں ظہور پذیر ہوئے غیر جانبدار تھا (۲) وہ فرقہ جو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ کفر کے ماسوا اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دے گا' لہٰذا ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت کا کوئی نقصان نہیں' جیسے کفر کی موجودگی میں طاعت کا کوئی فائدہ نہیں' ایمان و عمل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ان میں سے بعض فرقے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ زبان سے کفر کا اعلان کرنے' بتوں کی پرستش کرنے' یہودیت و نصرانیت کا عقیدہ رکھنے اور صلیب کی پوجا کرنے سے بھی ایمان جوں کا توں رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص دار الاسلام میں رہتے ہوئے تثلیث کا عقیدہ رکھتا ہو اور اس حالت میں مر جائے تو وہ خدا کے ہاں مؤمن کامل اور جنتی ہوگا۔ ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والاھواء والنحل' ابن حزم' ج ٤' ص ۲۰٤۔ بعض مرجئہ یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ نے خنزیر کھانا حرام کیا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ خنزیر ہے یا بکری' یا کچھ اور تو مؤمن رہے گا۔ یا کوئی یوں کہے کہ اللہ نے حج بیت اللہ فرض کیا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کعبہ کہاں واقع ہے' ممکن ہے وہ ہندوستان میں ہو' تو بھی مؤمن ہے' ملاحظہ ہو الملل والنحل (شھرستانی)' ج ۱' ص ۲۲۵۔

(۹٦) تفسیر مفاتیح الغیب' امام فخر الدین رازی' تفسیر سورۃ البقرۃ' آیت ۳۔

(۹۷) شرح الفقہ الاکبر' ابو منصور ماتریدی' ص ٥۔

(۹۸) کتاب الأبانۃ عن اصول الدیانۃ' باب فی ابانۃ قول اھل الزیغ والبدعۃ۔

(۹۹) کتاب الأبانۃ' باب فی ابانۃ قول اھل الحق والسنۃ۔

(۱۰۰) الجوھرۃ المنیفۃ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ' ملا حسین بن اسکندر الحنفی' فصل العمل غیر الایمان۔

(۱۰۱) الفرق بین الفرق' عبدالقاھر البغدادی' الفصل الثانی من فصول ھذا الباب فی بیان مقالات فرق الخوارج' ص ٥٥۔

(۱۰۲) شرح العقائد النسفیہ' ص ۸۲ المطبع الیوسفی فرنگی محلی۔

(۱۰۳) الفرق بین الفرق' ص ٥٦' ٥٧۔

(۱۰٤) الفرق بین الفرق' ص ۷٥۔

(۱۰٥) چنانچہ عبدالقاہر بغدادی نے لکھا ہے: قالت البیھسیۃ ان من واقع ذنباً لم نشھد علیہ بالکفر حتی یرفع الی الوالی ویحد ولا نسمیہ قبل الرفع الی الوالی مؤمنا ولا کافرا۔ الفرق بین الفرق' ص ۸۸۔

(۱۰٦) الجوھرۃ المنیفۃ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ' ملا حسین بن اسکندر الحنفی' فصل المؤمن لا یکفر بالفسق۔

(۱۰۷) الفقہ الاکبر مع شرح احمد بن محمد المغنیساوی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۰۸) الابانة عن اصول الديانة' ابوالحسن الاشعری' باب فی ابانة قول اهل الحق والسنة۔ والعقيدة الطحاوية' ص ١٦۔
(۱۰۹) شرح الفقه الاكبر' ص ۷۔
(۱۱۰) شرح العقائد النسفيه' ص ۸۳۔ مطبع یوسفی' فرنگی محلی۔
(۱۱۱) كتاب الفقه الاكبر' فصل الفرق بین الاسلام والایمان۔
(۱۱۲) تفسیر روح المعانی' تفسیر آیت ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ......﴾
(۱۱۳) علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں: (۱) کفر انکار (۲) کفر جحود (۳) کفر عناد (۴) کفر نفاق۔
کفر انکار: نہ دل میں تصدیق اور نہ زبان سے تسلیم و اقرار' مثلاً عام کافروں کا کفر۔ کفر جحود: دل سے تصدیق اور ایمان کی حقانیت سمجھنا مگر زبان سے انکار' مثلاً ابلیس کا کفر۔ کفر عناد: دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار لیکن شریعت کی التزامِ طاعت نہیں کرتا۔ استسلام و انقیادِ باطنی کو قبول نہیں کرتا' اپنی باگ ڈور رسول ﷺ کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں' مثلاً ابوطالب اور ہرقل کا کفر۔ کفر نفاق: زبان سے اقرار اور التزامِ طاعت کا اظہار لیکن دل میں انکار موجود ہو۔
(١١٤) العقيدة الطحاوية' ص ۱۸۔
(۱۱۵) كتاب الوصية للامام الاعظم ابی حنيفة' فصل فی حقيقة الايمان۔
(١١٦) العقائد النسفية' فصل الفرق بين الايمان والاسلام۔
(۱۱۷) اتحاف السادة المتقين' ج۲' ص ۲٤۱۔
(۱۱۸) المناقب للمكی' ج۱' ص ١٤٥ تا ١٤٨۔
(۱۱۹) الانتقاد لابن عبدالبر' ص ١٦٨۔
(۱۲۰) اتحاف السادة المتقين' ج۲' ص ۲٤۱'۲٤۲۔

جہاد فی سبیل اللہ
اصل حقیقت' اہمیت و لزوم اور مراحل و مدارج
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا ایک جامع خطاب
اشاعت خاص: 40 روپے   اشاعت عام: 15 روپے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعارف وتبصرہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

(۱)

نام کتاب : اکلوتا فرزندِ ذبیح۔ اسحٰقؑ یا اسمٰعیلؑ؟

تصنیف : عبدالستار غوری۔ ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری

ضخامت: 324 صفحات قیمت: 330 روپے ملنے کا پتہ: المورد' 51۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

اگر فیصلہ قرآن مجید پر چھوڑا جائے تو وہاں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں' کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی گئی تو یہ بھی بتا دیا گیا کہ اسحٰق کے ہاں یعقوبؑ پیدا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اسحٰق کے بعد ان کی اولاد کا بھی ذکر ہے تو وہ ذبیح کیسے ہو سکتے ہیں؟ جبکہ بائبل میں اس بات کی بتکرار تصریح ہے کہ قربانی اکلوتے بیٹے کی تھی۔ تو یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اکلوتے بیٹے اسمٰعیلؑ ہی تھے' کیونکہ اسحٰق اُس وقت پیدا ہوئے جب اسمٰعیلؑ چودہ سال کے ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہر سلیم الفطرت انسان اس حقیقت کو قبول کرلے گا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے۔

فاضل مصنفین نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ محنت کر کے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور ہر اُس سوراخ کو بند کر دیا ہے جہاں سے شک وشبہ کے در آنے کی ادنیٰ سی گنجائش بھی نکل سکتی تھی۔ فاضل محققین نے اپنا دعویٰ ''اکلوتا فرزند ذبیح اسماعیل'' ناقابل تردید اور محکم دلائل سے بڑی خوبصورتی سے ثابت کیا ہے۔ فریقِ مخالف کے دعویٰ کے ابطال کے سلسلے میں ان ہی کے لٹریچر اور ذخیرۂ علمی سے مسکت جوابات دیے ہیں۔ کتاب نہایت ہی مفید ہے۔ یہودی اور مسیحی کمیونٹی میں اس کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اُمید واثق ہے کہ خالی الذہن ہو کر پڑھنے والا فریق مخالف کا کوئی بھی فرد اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے اس قدر جامع ہے کہ نہایت متعصب انسان بھی ذرا سے انصاف کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے' کیونکہ تمام تائیدی حوالہ جات معیاری اور مستند کتب سے دیے گئے ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ اس کی جتنی پذیرائی کی جائے' کم ہے۔ مضبوط جلد' دبیز کاغذ اور عمدہ طباعت کی حامل یہ کتاب حسنِ ظاہری کے اعتبار سے بھی لائق تحسین ہے۔

© rasailojaraid.com